مرثیہ

گواہی

درحال جنابِ علی اصغرؑ وامام حسینؑ (تعداد بند ۱۱۲)

شاعر اہلبیت مولوی سید قائم مہدی نقوی ساحرؔ اجتہادی کراچی، پاکستان

(۱)

مری نظر میں ہے منظر دیارِ ہستی کا
ہے رنگ جوش پہ باغ و بہار ہستی کا
شباب ہے جو نظر میں نگارِ ہستی کا
زباں پہ وصف ہے پروردگارِ ہستی کا
شعور نے جو یہ منظر مجھے دکھایا ہے
زباں پہ اشہد ان لا الہٰ آیا ہے

(۲)

یہ لفظ اَشہدُ حق گوئی کی علامت ہے
نظامِ عدل میں اس کی بڑی ضرورت ہے
یہی ہے حق کی گواہی، یہی شہادت ہے
خدا سے ربط اسی لفظ کی بدولت ہے
وجودِ حق پہ یہ قرآن کی گواہی ہے
خدا کی ذات پہ انسان کی گواہی ہے

(۳)

نظام عدل نے دینی ہو وہ کہ دنیاوی
گواہیوں ہی پر انصاف کی بنا رکھی
ثبوتِ دعویٰ کو لازم ہے شاہدِ عینی
سنی سنائی پہ کرتا نہیں یقین کوئی
یہی ہے ضابطہ قانون میں شہادت کا
یہی اصول ہے اللہ کی شریعت کا

(۴)

تقاضا کرتا ہے شاعر کا جب دلِ حسّاس
لگاتا ہے وہ عدالت خود اک سرِ قرطاس
وہ جس میں ہوتے ہیں منصف ضمیر اور حسّاس
فریق تاج اِدھر اور اُدھر عوام الناس
مقدمہ جو یہاں رو بکار ہوتا ہے
زباں وکیل قلم پیشکار ہوتا ہے

(۵)

شروع ہوتا ہے جب سلسلہ سماعت کا
گواہ ہوتا ہے تاریخ کا ہر اک لمحا
مؤرخ آتا گواہی کو تو کہا جاتا
جو اس نے دی ہے خبر اس کا اعتبار ہی کیا
خبر میں جھوٹ کا بھی احتمال ہوتا ہے
یہ حرص و جبر کا بھی اک مآل ہوتا ہے

(۶)

لہٰذا اس نے گواہی میں جو بیان دیئے
اہمیت یہ معزز عدالت ان کو نہ دے
یہاں پہ لاتے ہیں اکثر سکھا پڑھا کے اسے
کبھی یہ جبر، کبھی مال و زر کی لالچ سے
مفاد ذات کے دھارے پہ جب یہ بہتا ہے
تو پھر یہ جھوٹ کو سچ، سچ کو جھوٹ کہتا ہے

(۷)

ہزاروں واقعے ایسے یہاں تو ہوتے ہیں روز
کہ چند پیشہ ور و شاہدان کذب فروز
دیا ہی کرتے ہیں پیہم شہادتیں حق سوز
بلا سے ان کا نتیجہ ہو کتنا ہی دل دوز
انہیں یہ فکر نہیں ظلم بڑھ نہ جائے کہیں
یہ بے گناہ ہے، سولی پہ چڑھ نہ جائے کہیں

(۸)

کچھ ایسے واقعے تاریخ میں بھی ہیں محفوظ
کہ اہلِ عدل جو ان کو پڑھیں تو ہوں محظوظ
مگر جو لفظوں کی تہہ میں ہیں معنیٔ ملفوظ
بہت ہی باعثِ عبرت ہیں یہ رہے ملحوظ
نہ منصفی نہ جہاں آبرو شہادت کی
کہیں جو عدل تو توہین ہو عدالت کی

(۹)

تھا ایک اونٹ پہ قاضی کو فیصلہ کرنا
وہ جس کا اونٹ تھا وہ تو گواہ لا نہ سکا
وہ لے کے آیا اسے اونٹنی جو کہتا تھا
کہا سبھی نے یہ ہے اونٹنی قسم بخدا
ہے خوب عدل کہ قاضی کی کم نگاہی سے
وہ اونٹ اونٹنی ٹھہرا اسی گواہی سے

(۱۰)

جو منصفوں سے کہ تھے مدعا علیہ وہی
جب ایک مسئلہ ملکیت پہ بحث ہوئی
دلیل دی گئی جب قبضہ و تصرف کی
تو قابضوں سے شہادت ہبہ کی بھی مانگی
جو حقِ ارث پہ قرآن کی شہادت تھی
اسے بھی کردیا رد ، یہ عجب عدالت تھی

(۱۱)

کسی کے حق پہ سوا لاکھ شخص تھے جو گواہ
اسے بھی حق نہ ملا ، خوب منصفی ہے یہ ، واہ
کبھی کھلی جو شہادت کو خود لسان اللہ
گواہی وہ بھی ہوئی مسترد ، خدا کی پناہ
یہ فیصلے ہیں وہ جن پر کوئی دلیل نہیں
مگر عدالتِ دنیا میں اب اپیل نہیں

(۱۲)

خدا علیم ہے، سب کچھ ہے علم میں اس کے
چھپا نہیں ہے کسی کا کوئی عمل اس سے
کسی گواہ کی حاجت ذرا نہیں ہے اسے
ثبوتِ جرم ہے لازم مگر سزا کے لئے
وہاں بھی فیصلہ ہوگا کسی شہادت پر
کہ حرف آئے نہ اللہ کی عدالت پر

(۱۳)

بروزِ حشر جو وقتِ حساب آئے گا
فرشتے لائیں گے اعمال نامہ اِک اِک کا
کریں گے عذر جو ہم ، اس کا اعتبار ہی کیا
کہ آدمی دمِ تحریر ، اپنا کوئی نہ تھا
ملک کے حق میں گواہی کو لب یہ کھولیں گے
ہمارے عضو ہمارے خلاف بولیں گے

(۱۴)

ہے جیسے ہم کو یہ لازم کہ جب کریں دعوا
گواہ پیش کریں اور ثبوت دیں اس کا
اسی طرح سے اگر یہ سوال ہو پیدا
وجودِ خالقِ کونین کی دلیل ہے کیا
گواہ چاہئے ہیں شان کبریائی پر
ثبوت چاہیئے ہے دعوۂ خدائی پر

(۱۵)

نہیں تو کوئی بھی فرعون اور کوئی نمرود
اٹھے گا کر کے یہ دعویٰ کہ ہے وہی معبود
وہی خدا ہے ، وہی کبریا وہی مسجود
اسی کے ہاتھ میں ہے ہر بشر کی بود و نمود
اگر گواہ و دلیل اس پہ بے ضرورت ہے
تو پھر یہ دعویٰ باطل بھی اک حقیقت ہے

(۱۶)

تمام خلق میں ہے سب سے باشعور انساں
ہے نیک و بد سبھی انسان کی نظر پہ عیاں
یہ اپنی فکر میں آزاد ہے بہر عنواں
جبھی تو اس کے بہکنے کے ہیں بہت امکاں
یہ راہ حق و صداقت سے ہٹ بھی جاتا ہے
خدا کی دے کے شہادت پلٹ بھی جاتا ہے

(۱۷)

کبھی جو دیتی ہے اس کی خرد اسے دھوکا
سمجھنے لگتا ہے طاقت کو یہ خدا اپنا
کبھی جو دیکھتا ہے یہ انا کا آئینا
تو کہنے لگتا ہے خود اپنے آپ ہی کو خدا
کبھی شعور جو اس کو فریب دیتا ہے
یہ اک نہ ایک خدا خود تراش لیتا ہے

(۱۸)

سوائے حضرتِ انساں جو اور ہے خلقت
نہ اس پہ نفس پرستی ، نہ کفر کی تہمت
نہ اس کو شوقِ خدائی ، نہ اقتدار کی لت
نہ بت تراشا اس کے لئے کوئی صنعت
بس اپنی اپنی زباں میں خدا کی مدحت ہے
یہی ہے ان کی گواہی ، یہی عبادت ہے

(۱۹)

یہ چہچہاتے پرندے چمن میں نغمہ سرا
خروس و قمری و طاؤس و بلبلِ شیدا
سرور عشق میں حق سرہٗ کا یہ نعرا
یہ بانگِ مرغ ، اذان سحر جو ہے گویا
کمالِ صنعتِ صانع کا دم یہ بھرتے ہیں
سب اپنی اپنی طرح اس کی حمد کرتے ہیں

(۲۰)

زبانِ خار پہ ہے حمدِ خالقِ غفار
ہیں ایک وجد کے عالم میں سب گل و گلزار
یہ اٹھتی جھکتی ہوئی ٹہنیاں ثمر بردار
کہ جیسے محوِ رکوع و سجود ہوں ہر بار
خدا کے حکم پر ان کی جو ہے نظر پیہم
کھڑے ہیں سارے شجر ایک پاؤں پر پیہم

(۲۱)

نجومِ بزمِ فلک کی وہ نور افشانی
وہ ماہتاب کی جلوہ فروز تابانی
وہ آفتاب کی ظلمت شکن درخشانی
جھلک دکھاتا ہے ان سب میں نورِ یزدانی
فلک کی بزم میں شمعیں جو یہ جلائی ہیں
شعور کہتا ہے جلوے یہ کبریائی ہیں

(۲۲)

وہ کوہسار ، وہ جنگل ، وہ دشت ، وہ گلزار
وہ شط ، وہ جھیل ، وہ دریا ، وہ قلزمِ ذخار
وہ کہکشاں کے چراغوں کی دل فریب قطار
وہ آبشار ، وہ پانی کی خوش نما دیوار
کمالِ صنعتِ صانع دکھا رہے ہیں سبھی
پتہ کسی نہ کسی کا بتا رہے ہیں سبھی

(۲۳)

وہ رات کی ہو سیاہی کہ نور کا تڑکا
وہ حبس ہو کہ ہو ٹھنڈی ہوا کا اک جھونکا
ہو موج زمزم و کوثر کہ پیاس کا صحرا
ہو برشگال کی رم جھم کہ زور کا لہرا
یہ سب دلیلِ وجود اللہ ہیں کہ نہیں؟
یہ سب خدائی پہ اس کی گواہ ہیں کہ نہیں ؟

(۲۴)

ہے ذرہ ذرہ سے یکسر عیاں خدا کا وجود
ہے ظاہراً کوئی خالق بھی خلق کا موجود
وہ جس کے ہاتھ میں ہے اس جہاں کی بود و نمود
تمام خلقتِ عالم ہے عبد ، وہ معبود
ہنر تو اہلِ ہنر کا کمال ہوتا ہے
سبب کا ہونا مسبب، پہ دال ہوتا ہے

(۲۵)

جب ان مظاہرِ قدرت کی یہ گواہی بھی
ثبوتِ حق کے لئے ہو بشر کو ناکافی
جب آنکھ والوں کو دھوکا دے ان کی بینائی
سماعتوں پہ جو مہریں لگی ہوں باطل کی
نگاہِ کور کو نورِ خدا ملے کیسے
بشر کو عظمتِ حق کا پتا ملے کیسے

(۲۶)

جبھی تو جہل کو رہبر بنا کر انساں نے
ادھوری عقل سے ، نامعتبر بصیرت سے
بغیر رہبریِ عقل فیصلے جو کئے
خدا کے بارے میں دھوکوں پہ کھائے ہیں دھوکے
تلاشِ حق میں کہیں سے چلے ، کہیں پہنچے
کسی بھی راہ سے اللہ تک نہیں پہنچے

(۲۷)

ہو راج دہر میں جب اس طرح جہالت کا
ستارہ اوج پہ آتا ہے بادشاہت کا
خمار چڑھتا ہے پھر تاج کی رعونت کا
کچھ اور بڑھتا ہے نشہ مئے حکومت کا
پھر اقتدار کی طاقت جتائی جاتی ہے
جو سر اٹھائیں تو گردن اڑائی جاتی ہے

(۲۸)

اسی فضا سے ابھرتا ہے پھر کوئی نمرود
اسی سے اٹھتا ہے فرعون سا کوئی مردود
جو بے لگام شہی کو بھی جان کر محدود
یہ چاہتا ہے کہ بن جائے خلق کا معبود
سند خدائی کی لے حاشیہ نشینوں سے
کرائے سجدے خریدی ہوئی جبینوں سے

(۲۹)

جو حال دیکھ کے انسانیت کا اتنا سقیم
گواہ مانگے خدائی پہ کوئی ابراہیمؑ
تو اس زمین پہ بھڑکا کے شعلہ ہائے جحیم
اسی میں پھینک دے اس کو سمجھ کے اپنا غنیم
غرض ہو اس سے کہ یوں رفع یہ عذاب بھی ہو
زمانے بھر پہ خدائی کا رعب وداب بھی ہو

(۳۰)

پیام حق لئے موسیٰ جو اس کے پاس آئے
رہِ نجات وہ فرعون کو دکھانے لگے
اب اس نے وصف جو پوچھے خدائے برحق کے
یہ مختصر سا تعارف کرایا حضرت نے
خدا کے زیرِ نگیں کائنات ہوتی ہے
اسی کے ہاتھ میں موت و حیات ہوتی ہے

(۳۱)

یہ سن کے اس نے کسی بے گنہ کو قتل کیا
کہا کہ موت مرے ہاتھ میں ہے، دیکھ ذرا
سزائے موت کے قیدی کو کردیا جو رہا
کہا کہ دیکھ لو مردے کو کردیا زندا
نگاہِ عدل میں یہ بس ادائے شاہی تھی
نہ یہ دلیل تھی برحق ، نہ یہ گواہی تھی

(۳۲)

وہ جب بھی صورتِ حال اس طرح کی پیش آئی
خدا کے حق میں شہادت کی آ گئی باری
جو مسترد نہ ہو ایسی شہادت ابدی
خدا کے خاص گواہوں کی ذمہ داری تھی
وہی زمیں پہ نمائندہ اللہ بھی تھے
وہی وکیل بھی حق کے ، وہی گواہ بھی تھے

(۳۳)

یہ وہ گواہ تھے جن کا نظیر تھا نہ مثیل
جہانِ عدل میں جن کا ہوا نہ کوئی عدیل
انھیں کے نور سے روشن تھی صدق کی قندیل
کوئی ذبیحِ رہِ حق ، کوئی خدا کا خلیل
جو لوگ مثلِ ذبیحؑ و خلیلؑ ہوتے ہیں
وہ خود وجودِ خدا کی دلیل ہوتے ہیں

(۳۴)

گواہ حق کے تھے آدمؑ سے لے کے خاتمؐ تک
دکھا رہے تھے جو دنیا کو نورِ حق کی جھلک
اندھیرے کفر کے جن سے اٹھاتے رہتے تھے زک
وہ سب وجودِ خدا کی دلیل تھے بے شک
سند خدائی پہ لیتے تھے کل خدائی سے
خود اپنے خون کی گلرنگ روشنائی سے

(۳۵)

کسی کو آرے سے چیرا گیا بہ ظلم و ستم
کسی کے واسطے دار اور کسی کو قیدِ الم
کسی کو آگ میں پھینکا کہ ہو وہ جل کے بھسم
مگر انہوں نے نہ مٹنے دیا وفا کا بھرم
اُدھر جفا پہ حریفانِ حق تلے ہی رہے
اِدھر خدا پہ گواہی کو لب کھلے ہی رہے

(۳۶)

یونہی گذرتے ہوئے وقت کی ہٹی جب دھول
نگاہِ دل نے لیا بوسۂ جبینِ رسولؐ
وہی رسولؐ جو سارے عرب میں تھا مقبول
کہ حسنِ خلق تھا اس کی حیات کا معمول
جب اس کے نور کی فاران جلوہ گاہ ہوا
تو اس کے صدق پہ سارا عرب گواہ ہوا

(۳۷)

عجیب دور تھا وہ جہل و جاہلیت کا
انا پرستیوں کی بھینٹ چڑھ گیا تھا خدا
کوئی شجر ، کوئی پتھر کا بت ، کوئی پتلا
سبھی کو ان میں تھا حاصل خدائی کا درجا
وہ کون شے تھی وہاں جس کی کبریائی نہ تھی
نہ تھی تو صرف اک اللہ کی خدائی نہ تھی

(۳۸)

یہ ذوق و شوقِ خدا سازی و الٰہ گری
ہر ایک پیروِ بوجہل کی تھی کم نظری
بڑھی جو حد سے سوا حق سے ان کی بے خبری
ہوا رسولؐ کا ذمہ بشر کی راہبری
خدا نے چاہا کہ ذہنوں میں انقلاب آئے
تو آپ بن کے ہدایت کا آفتاب آئے

(۳۹)

جو مدعیٔ رسالت ہوئے ، رسولؑ انام
تو حق یہ پوچھنے کا رکھتے تھے خواص وعوام
اگر چہ آپ ہیں صادق، نہیں کچھ اس میں کلام
حضور اتنا بڑا دعوئے رسالتِ عام
ثبوت دعوے کا منجانب اللہ بھی ہے
کوئی سند، کوئی سر خط ، کوئی گواہ بھی ہے

(۴۰)

جو مدعیٔ نبوت کبھی ہو کوئی بشر
ہے لازم اس کو ثبوت و گواہ دعوے پر
نہیں تو روز ہی آجائے بن کے پیغمبر
کوئی مسیلمۂ کاذب و جفا پرور
نبی بنیں گے جو دعوائے بے دلیل کے ساتھ
سبھی بتائیں گے ربط اپنا جبرئیل کے ساتھ

(۴۱)

وہ حق تھا لوگوں کا ، یہ فرض سیدِ عالمؐ
کہ لائیں دعوے پر اپنے گواہیاں محکم
کوئی ثبوت نہ دعوے کا ہو تو حق کی قسم
اسے قبول کرے گا کوئی عرب نہ عجم
نہ آئے حق پہ گواہی تو حق بھی رد ہوگا
جو بے دلیل ہو دعویٰ تو مسترد ہوگا

(۴۲)

خدا نے چونکہ مقرر کیا تھا ان کو نبیؐ
لہٰذا اس نے مقرر کی خود سند بھیجی
وہ اک کتاب کہ جو تا بہ حشر ہے باقی
جواب جس کی کسی شق کا لا سکا نہ کوئی
سبھی نے کہہ دیا یہ آدمی کا کام نہیں
کلامِ حق ہے یہ، اس میں کوئی کلام نہیں

(۴۳)

پھر اس کے بعد گواہوں کی آگئی باری
تو خود مظاہر قدرت ہوئے گواہِ نبیؐ
ہے نظمِ عدل میں جو شرط دو گواہوں کی
تو ایک چاند نے دو ہو کے خود گواہی دی
جو اہلِ شر نے کیا شک نبیؐ کے بارے میں
تو چاند ہو گیا دو ان کے اک اشارے میں

(۴۴)

یہ تو فلک پہ تصرف ہوا بحکمِ خدا
زمیں پہ رکنِ حرم نے انہیں سلام کیا
جو سنگ ریزوں نے ہاتھوں پہ پڑھ لیا کلمہ
تو حکم پا کے شجر چل کے آپ تک آیا
بحکمِ حق تھے یہ سب منزلِ شہادت پر
یہ سب گواہ ہوئے آپ کی رسالت پر

(۴۵)

مگر جو طبع بشر میں ہے شر کا اک پہلو
اسی پہ چلتا ہے ابلیسیت کا بھی قابو
ہو جہل و کفر کی آغوش میں بھی جن کی نمو
نظر میں ان کی نہ کیوں معجزے بھی ہوں جادو
جو معجزہ کی حقیقت ہی کو نہ جانیں گے
وہ ان پہ حق کی گواہی کو خاک مانیں گے

(۴۶)

مگر جھکاؤ نہ تھا جن کا انتہا کی طرف
وہ ان گواہیوں سے آئے مصطفیٰؐ کی طرف
گواہیوں کی جو نسبت تھی کبریا کی طرف
نظر ہر ایک کی مڑنے لگی خدا کی طرف
نبیؐ کی جلوہ نمائی کو بھی قبول کیا
اور اک خدا کی خدائی کو بھی قبول کیا

(۴۷)

ہٹا کے اس نے رہِ حق سے ایک اک روڑا
سوئے خدا بشریت کا قافلہ موڑا
جب اس نے ذات و انا کے طلسم کو توڑا
خدا کے بندوں کا رشتہ خدا سے پھر جوڑا
بشر پہ اب جو عیاں اس کے رب کی شان ہوئی
خدا کے نام کا ڈنکا بجا ، اذان ہوئی

(۴۸)

خدا کی راہ پر آنے لگے جو تھے گمراہ
غریبوں ، فاقہ کشوں کو ملی نبیؐ کی پناہ
صنم پرست بھی ہونے لگے خدا پہ گواہ
تھا غل کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
دیارِ کفر میں اب حق کے پھول کھلنے لگے
بتوں کے گھر سے خدا کو گواہ ملنے لگے

(۴۹)

چمن میں حق کے کھلے اب ہزار رنگ کے پھول
کسی میں بوئے تمنا ، کسی میں رنگِ قبول
کہیں جمی تھی ، کہیں ڈھل چکی تھی وقت کی دھول
کہیں پہ سایۂ گل میں پنپ رہے تھے ببول
تھا اک مرقع میں سو سو اداؤں کا منظر
تھا اس چمن میں عجب دھوپ چھاؤں کا منظر

(۵۰)

رہی تو باغ میں تیئیس سال تک یہ بہار
مگر خزاں کی توقع پہ چبھتے رہتے تھے خار
تھی نرم کرنے کو ان کے زبانِ حلم شعار
جہاں زبان نہ کام آسکی وہاں تلوار
وہ تیغِ تیز جسے ذوالفقار کہتے ہیں
وہ جس کی دھار سے دھارے لہو کے بہتے ہیں

(۵۱)

کبھی احد میں یہ چمکی ، کبھی یہ خیبر میں
کبھی در آئی یہ مرحب کے خود و مغفر میں
کبھی حلول کیا کلِّ کفر کے سر میں
کبھی لگا دیا قط جبرئیلؑ کے پر میں
ہر ایک ضرب کی شہرت علی العموم ہوئی
زمیں پہ تیغ چلی ، آسماں پہ دھوم ہوئی

(۵۲)

جب آئی فوج میں اڑتی ہوئی خبر کی طرح
شکار تاڑ لیئے صاحبِ نظر کی طرح
عدو کے فرق پہ کھینچا جو خط زبر کی طرح
در اس میں کھول دیا میکدہ کے در کی طرح
عدو کی قابلِ دید اب جو بد حواسی تھی
یہ اس پہ ٹوٹ پڑی خون کی جو پیاسی تھی

(۵۳)

یہ عرش پر ملک الموت کی بنائی ہوئی
ہے جوہروں کے جواہر سے یہ سجائی ہوئی
سند حدید کی قرآں سے ہاتھ آئی ہوئی
خدا کے شیر کے ہاتھوں کی آزمائی ہوئی
گواہ بن کے خدا کی فلک سے آئی ہے
ہر ایک جنگ اسی تیغ نے جتائی ہے

(۵۴)

ہے روزِ خلقتِ آدم سے جنگ یہ جاری
جو مسترد کیا شیطاں نے حکمِ سرکاری
مقدمہ کی اگرچہ بہت تھی تیاری
چلی نہ کچھ بھی مگر پیشِ حضرتِ باری
لعیں جو پہلی ہی پیشی میں جنگ ہار گیا
تو کفر و شر کی کچہری میں بار بار گیا

(۵۵)

یہ جنگ خلد سے تا نیل وطور و بدر و حنین
مقدمہ یہ خدا اور خلق کے مابین
ہے جس کی جائے عدالت یہ عرصۂ کونین
فریق اس میں ہیں سب سے اہم یزید و حسینؑ
جناں میں جس کی سماعت وہ ابتدا میں ہوئی
اسی کی آخری پیشی یہ کربلا میں ہوئی

(۵۶)

یزید روئے زمیں پر تھا نائبِ ابلیس
ہر ایک پیروِ ابلیسیت کا راس و رئیس
عدوئے دینِ خدا ، دشمنان حق کا جلیس
جو اس کا نام لیں تو حق کے دل میں اٹھے ٹیس
بتانِ کفر کی زلفیں سنوارنے والا
خدا کے حکم کو ٹھوکر پہ مارنے والا

(۵۷)

علیل فلسفہ و فکر ، ذہنیت بیمار
سیاست اس کی وہی اہلِ ظلم کا جو شعار
تھے اس کے دستِ سیاست میں دو یہی ہتھیار
تھا ایک کیسۂ زر ، ایک جبر کی تلوار
بکاؤ مال زرِ نقد پر خرید کیا
نہ بک سکے جو انہیں ظلم سے شہید کیا

(۵۸)

حسینؑ منبر و محراب میں نبیؐ کے جلیس
حبیب حق کے حبیب ، اہلِ حق کے راس و رئیس
ملک بھی چوم لیں لوح جبیں میں وہ تقدیس
دلوں کو کھینچ لے جو ، شخصیت و مقناطیس
اٹھے جدھر نگہ لطف کہربا کی طرح
عدو کو کھینچ لے وہ حرؑ سے باوفا کی طرح

(۵۹)

حسینؑ فاطمہؑ کا چاند ، نورِ چشمِ رسولؐ
یہ ساری زینتِ عالم ہے جس کے پاؤں کی دھول
خدا کی راہ میں عزت کی موت جس کا اصول
دیا رسولؐ نے سجدے کو جس کی خاطر طول
جب اس نے سجدۂ آخر کو خود جھکایا سر
تو پھر نہ سجدۂ معبود سے اٹھایا سر

(۶۰)

حسینؑ شاہدِ عادل تھے ذاتِ خالق پر
یزید منکرِ شانِ خدا تھا سر تا سر
فسانہ اس کے لئے تھی حقیقتِ داور
تھا زعم اس کو فقط اقتدار دنیا پر
ہمیشہ نشۂ طاقت میں چور رہتا تھا
خدا کے دین کو دنیا کا ڈھونگ کہتا تھا

(۶۱)

جو موج مئے سے اٹھا اس کی فکر کا دھارا
خدا کے سامنے خم ٹھونک کے وہ للکارا
تھا اس کے وقت میں اسلام اتنا بے چارا
کسی نے سامنے ظالم کے دم نہیں مارا
تھا کون سانپ کے پھن پر جو ہاتھ رکھ دیتا
سر اپنا خنجر قاتل کے ساتھ رکھ دیتا

(۶۲)

بس اک حسینؑ تھے خالق کی عظمتوں کے گواہ
امینِ وحیٔ خدا کی صداقتوں کے گواہ
کل انبیائے سلف کی شہادتوں کے گواہ
زمیں پر ان کی خدائی نیابتوں کے گواہ
جو اس مقدمہ میں حق نے ان سے چاہی تھی
خدا کے حق میں وہ سب سے بڑی گواہی تھی

(۶۳)

مقابلہ پہ خدا کے اب آ گیا جو یزید
کیا غرور حکومت میں اس نے بے تمہید
خدا کی ذات کا انکار ، دین کی تردید
تو اب حسینؑ خدا پر ہوئے گواہ و شہید
سر اپنا دے کے ضمیر بشر جھنجھوڑ دیا
انا کا زعم ، شہی کا غرور توڑ دیا

(۶۴)

حسینؑ مصلحتِ وقت کے تقاضے سے
مدینہ چھوڑ کے مکے میں آئے حج کے لئے
یہاں کرائے کے قاتل یزید نے بھیجے
کہ بس حسینؑ کو چپکے سے قتل کروا دے
وہ چھپنا چاہتا تھا پردۂ سیاست میں
یہ کھینچ لائے اسے اک کھلی عدالت میں

(۶۵)

یہ وہ عدالت عالی تھی بینِ ارض وسما
تھا منصفوں میں جہاں وقت کا بس اک لمحا
مقدمہ جو سرِ کربلا یہ پیش ہوا
تھا اک فریق یزید اور اک فریق خدا
حسینؑ مدعی منجانبِ اللہ ہوئے
بہتّر اہلِ شرف آپ کے گواہ ہوئے

(۶۶)

وہ جن کے نام تھے فہرست میں گواہوں کی
حق آشنا و صداقت شعار تھے وہ سبھی
بلند شک سے تھی ان کی بلند کرداری
ہر ایک آئینہ اعتبارِ سبطِ نبیؐ
وہ حق شناس کہ قانون احترام کرے
وہ عدل خو کہ عدالت انہیں سلام کرے

(۶۷)

تھے ان میں سترہ خود گلشنِ نبیؐ کے گلاب
تھے ان کے ساتھ رسولؐ خدا کے آٹھ اصحاب
علاوہ ان کے تھے اکیس تابعین ، جناب
تو حافظان کتابِ خدا تھے چھ احباب
تھے راویانِ حدیث ان میں نو مجاہد بھی
تھے دس وہ ، اشجع عالم بھی تھے جو زاہد بھی

(۶۸)

اُدھر یہ منتخبِ روزگار ، اہلِ شرف
اِدھر یزید کے ہمراہ اہلِ ساغر و دف
وہ ننگِ آدم و عالم ، یہ افتخار سلف
وہ سب یزید کے حامی ، یہ سب خدا کی طرف
یہ وہ کہ عدلِ شہادت پہ انحصار کرے
وہ وہ کہ کوئی بھی منصف نہ اعتبار کرے

(۶۹)

ہر ایک قطرۂ خوں ہو جہاں پہ حق کا گواہ
جہاں پہ بہر تقیہ بھی خامشی ہو گناہ
ادھر ہو قتل پہ مائل فریقِ کفر پناہ
ادھر زباں پہ رہے لا الہ الا اللہ
نہیں یہ عام گواہی ، یہ حق پہ حجت ہے
صحیح معنوں میں یہ منزلِ شہادت ہے

(۷۰)

کیا حسینؑ نے پیش اب جو سب سے پہلا گواہ
تو اکبرؑ اٹھے بحکمِ امامِ صدق پناہ
اذانِ صبح جو گونجی فضا میں اب ناگاہ
ہوا غل اشہد ان لا الہ الا اللہ
ہر ایک ذرے نے اللہ پہ گواہی دی
اذاں نے حر کو بھی توفیقِ حق نگاہی دی

(۷۱)

یہیں سے ہونے لگے منحرف ادھر کے گواہ
حر اس کا بھائی غلام اور ایک نور نگاہ
علاوہ ان کے تھے بکر ابن حیٔ حق آگاہ
حلاس ازدی و نعمان ازدی ذی جاہ
ادھر سے سولہ چلے حق سے متصف ہوکر
ادھر سے ایک بھی نکلا نہ منحرف ہوکر

(۷۲)

حسینؑ لائے بس اب تو گواہ ایک سے ایک
حق آشنا و حقیقت نگاہ ایک سے ایک
عدوئے کذب، صداقت پناہ ایک سے ایک
وہ آئے ایک کے بعد ایک، واہ ایک سے ایک
سبھی نے دی یہ صدا لا الٰہ الا اللہ
خود اپنے خوں سے لکھا لا الٰہ الا اللہ

(۷۳)

ہوئے وجودِ خدا پر جو حرؑ گواہ و شہید
حبیبؑ لکھ گئے مقتل میں کلمۂ توحید
زہیرِ قینؑ نے کی خوں سے دین کی تجدید
سبھی یزید کے دعوے کی کر گئے تردید
یہ سب عدالتِ انسانیت میں آئے ہوئے
ڈٹے رہے سرِ موقف قدم جمائے ہوئے

(۷۴)

شہادتوں کے اسی سلسلے میں آ پہنچا
نمازِ ظہر کا ہنگام درمیانِ وغا
ابوثمامہؑ نے کی عرض پیشِ شاہِ ہدا
یہ آخری ہے نماز اپنی یا شہِؑ والا
ہم اور کچھ رہِ خالق میں تیز بڑھ کے چلیں
سوئے بہشتِ بریں ہم نماز پڑھ کے چلیں

(۷۵)

طلب کیا جو عدو سے نماز کا وقفہ
دریدہ دہنوں نے مولاؑ کو وہ جواب دیا
کہ حق کے شیروں نے دشمن پہ کر دیا حملا
ابو ثمامہؑ اسی میں ہوئے شہیدِ جفا
جہاں میں آرزوئے ناتمام چھوڑ گئے
مگر نماز گذاروں میں نام چھوڑ گئے

(۷۶)

یہی تھا جنگ میں صفین کی علیؑ کا عمل
برستے تیروں میں بھی کی نماز ادا اول
کہا کسی نے جو اس وقت اس کا کیا ہے محل
کہا اسی کے لئے تو ہے سب یہ جنگ وجدل
انہیں خدا کے چھپانے کا کام کرنا ہے
ہمیں خدا کی خدائی کو عام کرنا ہے

(۷۷)

اب اس کے بعد ادا یوں نمازِ ظہر ہوئی
برستے تیروں میں سب نے نمازِ خوف پڑھی
زہیرؑ ہوگئے جس میں فدائے سبطِ نبیؐ
زمانہ ہوگیا مجبور سوچنے پہ یہی
یہ کس کے حکم سے سوئے قضا یہ بڑھتے ہیں
خدا نہیں ہے تو کس کی نماز پڑھتے ہیں

(۷۸)

شہید ہوچکے حق پر جو دوست اور انصارؑ
تو آئے بہرِ شہادت رسولؐ کے دلدار
کوئی شبیہِ پیمبرؐ، کوئی علیؑ آثار
کوئی حسنؑ کا مرقع، کوئی حسینؑ شعار
مخالف ان کے بھلا کیا گواہ لائیں گے
اب اوران سے بھی صادق کہاں سے آئیں گے

(۷۹)

یہ صادق اب جو شہادت کے واسطے نکلے
ملوکیت کے در و بام بھی لرزنے لگے
مگر جو اہلِ حرم پر گذر گئی اس سے
وہ کیا قیامت کبریٰ تھی ، اس کو کیا کہیئے
نصیب ایسا اب ایک ایک کا بگڑنے لگا
کسی کی گود ، کسی کا سہاگ اجڑنے لگا

(۸۰)

پڑی جو زینبؑ ناشاد پر یہ اب افتاد
تو آئے عونؑ و محمدؑ برائے اذنِ جہاد
اٹھا خیام میں اک شورِ نالہ و فریاد
مگر تھا زینبؑ مضطر کا صبر قابلِ داد
سنا کے حکمِ شہادت خود اپنے شیروں کو
جبینیں چوم کے رخصت کیا دلیروں کو

(۸۱)

پھر ان کے بعد جو قاسمؑ کی آ گئی باری
یہ کر رہے تھے سحر ہی سے اس کی تیاری
تھا ان کو شوقِ شہادت میں ہر نفس بھاری
ملا جو اذن ، کیا شکرِ حضرتِ باری
حسن کے شیر تھے، اس سن میں بھی جیالے تھے
قضا کو شہد سے شیریں سمجھنے والے تھے

(۸۲)

ہوئے جو گھر سے یہ رخصت برائے دشتِ قتال
کسی کا ذکر تو کیا ، تھا یہ خود حسینؑ کا حال
لپٹ کے ان سے جواب روئے شاہِ صبر خصال
وفورِ غم سے ہوئی ماں کی زندگی بھی محال
یہ آئے پیشِ عدو جو اڑا کے مرکب کو
وہ حسن تھا کہ خدا یاد آ گیا سب کو

(۸۳)

یہ حسن پہلی گواہی تھا ان کی خالق پر
اس آئینہ میں نظر آ رہا تھا آئینہ گر
اب اس کے بعد یہ سن اور یہ تیغ کے جوہر
عدو کو آئی نظر قدرتِ خدا یکسر
خدا پہ ہو کے فدا پھر تو دشتِ غربت میں
نمایاں ہوگئے یہ منزلِ شہادت میں

(۸۴)

اب آئے حضرت عباسؑ شیرِ ضیغم حق
وہ جن کے رعب سے دل شامیوں کے ہوگئے شق
تھے عارض ان کے جو اک مصحفِ وفا کے ورق
فراتِ عشق کو آبِ بقا جبیں کا عرق
مشاہدہ جو کرایا خدا کی قدرت کا
لبِ فرات پہ کلمہ لکھا شہادت کا

(۸۵)

شہادتیں یہ مکمل ہوئیں تو اب شبیرؑ
گواہ لائے وہ منجانب خدائے قدیر
جو پھول پان سا بچہ مگر علیؑ کی نظیر
کچل دے وزنِ شہادت سے جو بشر کا ضمیر
یہ چھ مہینے کے بچے کی وہ شہادت ہے
جو منکرانِ خدا پر خدا کی حجت ہے

(۸۶)

زمانہ سوچ رہا تھا یہ دم بخود ہوکر
یہ قتل گاہ ، یہ ظالم یزید کا لشکر
یہ چھ مہینے کا بچہ پدر کے ہاتھوں پر
کہ جیسے شاخ پہ مرجھا گیا ہو غنچۂ تر
عدو نے چلّے کمانوں میں کیوں چڑھائے ہیں
حسینؑ کیوں اسے مقتل میں لے کے آئے ہیں

(۸۷)

ابھی اٹھائے تھے خود بھانجوں کے دو لاشے
ابھی تو قاسمؑ مضطر کے جسم کے ٹکڑے
وغا کے دشت میں بکھرے ہوئے سمیٹے تھے
ابھی تو کھینچی تھی برچھی جواں کے سینے سے
ابھی تو نور نگاہوں کا کھو چکے ہیں حسینؑ
ابھی تو بھائی کے لاشے پہ رو چکے ہیں حسینؑ

(۸۸)

کہاں عدو وہ ہزاروں ، کہاں یہ چند نفر
مگر حسینؑ کا اس پر یہ حوصلہ ، یہ جگر
بلا سبب تو لٹاتا نہیں ہے یوں کوئی گھر
کوئی تو مقصدِ اعلیٰ ہے ان کے پیشِ نظر
نہیں حکومتِ دنیا پہ کچھ نظر ان کی
وگرنہ فوج تو ہوتی نہ مختصر ان کی

(۸۹)

اگر حکومتِ دنیا کی کچھ نہیں ہے طلب
تو پھر یہ غیر مساوی وغا کا کیا مطلب
ہزار ہا سے بہتّر کی جنگ ہے یہ عجب
یہ کیسے کہئے کہ اس کا نہیں ہے کوئی سبب
یہ کس کے نام پہ گھر کو لٹا رہے ہیں حسینؑ
یہ سب لٹا کے بھلا کیا بچا رہے ہیں حسینؑ

(۹۰)

برائے جنگ یہ اتنی سی فوج لانا کیا
خوشی سے دل پہ بہتّر کے داغ اٹھانا کیا
مصلیٰ خون کی موجوں پہ یہ بچھانا کیا
برستے تیروں میں سجدے میں سر جھکانا کیا
یہ عین جنگ میں سجدہ گذاریاں کس کی
وہ کون ہے کہ عبادت ہو اس طرح جس کی

(۹۱)

حرم کو جنگ کی ہلچل میں لے کے آئے کیوں
حیات موت کے جنگل میں لے کے آئے کیوں
یہ اس صغیر کو مقتل میں لے کے آئے کیوں
یہ پھول خون کی دلدل میں لے کے آئے کیوں
سوال تھا بشریت کا یہ برائے حسینؑ
اسی سوال کا لے کر جواب آئے حسینؑ

(۹۲)

سنو ، یزید نے برپا کیا ہے دیں میں فساد
کتاب و سنت و مذہب کو کر دیا برباد
ہے خلد و نار کا منکر وہ ثانئ شداد
مقابل آیا ہے اللہ کے وہ کفر نہاد
ہے نشہ اتنا اسے اقتدار و طاقت کا
ہوا ہے طالب اولی الامر سے بھی بیعت کا

(۹۳)

رسولؐ ہو کہ اولی الامر از رہِ قرآں
ہے واجب ان کی اطاعت کرے ہر اک انساں
جو ان سے طالبِ بیعت ہو کوئی کفر نشاں
ہو چاہے فاسق و فاجر کہ نیک وہ ناداں
وہ گویا طالبِ بیعت خدا سے ہوتا ہے
نبرد آزما وہ کبریا سے ہوتا ہے

(۹۴)

اگر رسولؐ سے کرتا مطالبہ وہ یہی
تو کیا حضورؐ سے ممکن تھی بیعت اس کی کبھی
بہ جبر کرتا جو اصرار اس طرح سے شقی
تو آتے اس کے مقابل یونہی خدا کے نبیؐ
اگر چہ راہِ شہادت میں سب کے سر جاتے
خدا کے حق کو وہ ثابت جہاں پہ کر جاتے

(۹۵)

رسولؐ غیرِ خدا کی بھلا کریں بیعت
مطیع ہونہیں سکتے کسی کے بھی حضرت
کسے مجال کہ ان پر وہ کرسکے سبقت
اسی طرح ہے اولی الامر کی بھی حیثیت
نہ اہلِ زر سے، نہ اہلِ شرف سے ہوتے ہیں
یہ دونوں عہدے خدا کی طرف سے ہوتے ہیں

(۹۶)

جہاں میں اب جونہیں ہیں رسولؐ ہر دوسرا
تو اب یہ فرض خدا کی طرف سے ہے میرا
ہے کائنات پہ جو اقتدار خالق کا
شہادت اس کی بھی دوں پیشِ اہلِ ظلم و جفا
اگرچہ دستِ ستم سے اماں نہیں مجھ کو
خیالِ سود و زیاں کچھ یہاں نہیں مجھ کو

(۹۷)

نہ آرزوئے حکومت مجھے، نہ خواہشِ زر
جبھی تو ساتھ نہیں ہے مرے کوئی لشکر
یہ میرے اقربا، یہ میرے دوست اور یاور
یہ سب شہید ہیں، یہ سب گواہ ہیں حق پر
یہ ملک و مال کی خاطر تو رن میں آئے نہیں
سر اپنے کردیئے حق پر فدا، جھکائے نہیں

(۹۸)

کریں جو میرے بہتّر سپاہیوں پہ نظر
نہیں ہیں جنگ کے قابل ہی ان میں سے اکثر
ہیں کچھ وہ جن کی ضعیفی سے جھک گئی ہے کمر
کچھ ان میں بچے ہیں حتیٰ کہ شیرخوار اصغرؑ
وہ ٹھیک سے جو قلم بھی پکڑ نہیں سکتے
وہ ملک و مال کی خاطر تو لڑ نہیں سکتے

(۹۹)

ان اہلِ حق میں مگر زر خرید کوئی نہیں
جہاں میں ان سے زیادہ سعید کوئی نہیں
مقامِ عدل میں ایسے شہید کوئی نہیں
یہی تھے دہر میں بس اب مزید کوئی نہیں
شہید حق پہ ہوئے یہ جو اپنی مرضی سے
لکھا بیانِ شہادت لہو کی سرخی سے

(۱۰۰)

ابھی تو محو اسی سوچ میں تھا ذہنِ بشر
کہ اک قیامتِ کبریٰ بپا ہوئی وہ ادھر
وہ حرملہ نے کیا تیر اک کمان سے سر
وہ زد پہ تیر کی نازک سی گردنِ اصغرؑ
ادھر تو پھول سی گردن پہ پڑ گیا ناوک
ادھر وہ ماں کے کلیجے میں گڑ گیا ناوک

(۱۰۱)

غریب باپ کو دم بھر کو ہوگیا سکتا
مگر ثباتِ قدم میں نہ کوئی فرق آیا
لہو صغیر کا شہؑ نے جو اپنے منھ پہ ملا
زمیں لرزنے لگی ، آسمان تھرایا
ستم یہ وہ تھا کہ جس پر قضا بھی کانپ اٹھے
وہ ظلم تھا کہ خود اہلِ جفا بھی کانپ اٹھے

(۱۰۲)

بلند ہاتھوں پہ بچہ کو کرکے شہؑ نے کہا
ضمیرِ آدمیت منصفی کو آئے ذرا
یہ شیر خوار یہ ، چھ ماہ کا مرا بچا
وجودِ حق پہ ہے سب سے بڑا گواہ مرا
خدا کے حق میں شہادت یہ اس سپاہی کی
وقار عدل کا ہے ، آبرو گواہی کی

(۱۰۳)

حسینؑ لے کے تو اصغرؑ کو آئے مقتل سے
یہ حال بچے کا ماں کو مگر دکھا نہ سکے
بنا کے چھوٹی سی اک قبر بے زباں کے لئے
وہ لاش دفن کی اور قبر سے یہ کہہ کے اٹھے
غضب ہے تجھ میں کلیجہ نکال کر رکھنا
ربابؑ کی یہ امانت سنبھال کر رکھنا

(۱۰۴)

حسینؑ اٹھے جو اب ہاتھ جھاڑ کر اپنے
تو آ کے خیمے میں رخصت طلب ہوئے سب سے
چلا جو والی و وارث بھی اپنی جاں دینے
غمِ فراق سے اہلِ حرم تڑپنے لگے
نکل کے خیمہ سے دشتِ وغا میں آئے حسینؑ
حرم تڑپتے رہے کہہ کے ہائے ہائے حسینؑ

(۱۰۵)

تھا اب جو وقت یہ حجت تمام کرنے کا
پہنچ کے رن میں دیا شہؑ نے آخری خطبہ
پھر اس کے بعد جو لشکر پہ اب کیا حملہ
دہائی دینے لگے شہؑ کی دشمنانِ خدا
تھا جنگِ شاہؑ سے ایک حشر فوج اعداء میں
کہا ملک نے کچھ ایسے میں گوشِ مولاؑ میں

(۱۰۶)

بس اب شہادتِ کبریٰ کا وقت آ پہنچا
حسینؑ جھک گئے لبیک کہہ کے پیشِ خدا
جو ذوالفقار کو مولاؑ نے اب نیام کیا
تو چار سمت سے گھر گھر کے آ گئے اعداء
ہر اک طرف سے قیامت کے وار چلنے لگے
دہانِ زخمِ بدن سب لہو اگلنے لگے

(۱۰۷)

ادھر حسینؑ ، ادھر وہ ہزارہا خوں خوار
ادھر یہ ایک ادھر کم سے کم وہ بیس ہزار
کوئی چلاتا ہے تیر و تبر ، کوئی تلوار
جراحتوں کی کوئی حد نہ ضربتوں کا شمار
ہیں وار اتنے کہ پہلو بدل نہیں سکتے
حسینؑ زین پہ بس اب سنبھل نہیں سکتے

(۱۰۸)

بس اک نشیب تک آئے جوابِ شہؑ ذی جاہ
ہوئے نماز پر آمادہ بہرِ شکرِ الٰہ
تمام خلقتِ عالم کو کر کے شہؑ نے گواہ
کہا کہ **اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه**
سنی جہاں نے شہِؑ مشرقین کی آواز
فضا میں گونج رہی تھی حسینؑ کی آواز

(۱۰۹)

ادھر تھے سجدۂ خالق میں شاہِؑ ہر دوسرا
ادھر وہ شمر جفا کار پشت پر آیا
لبوں پہ شہؑ کے تھا **سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى**
گلے پہ خنجر قاتل ، زباں پہ حمدِ خدا
تھے زیرِ تیغ جو اللہ پر گواہ حسینؑ
جہان عدل میں اک دھوم تھی کہ واہ حسینؑ

(۱۱۰)

ادھر جو فتح کا فوج لعیں میں طبل بجا
ادھر وہ زینبِ مظلوم تک گئی یہ صدا
دل ملول پہ غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا
چلیں تڑپ کے وہ خیمے سے سوئے دشتِ وغا
ستم وہ دیکھا شہِؑ انس و جاں پہ زینبؑ نے
سر اپنے بھائی کا دیکھا سناں پہ زینبؑ نے

(بقیہ صفحہ ۴۰ پر ---------------)

ملکۂ آفاق کی سیرت کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

مرحومہ فی الحقیقت صاحب اوقات تھیں، روز وشب عبادت خدا میں بسر کرتی تھیں اور مصائب خامس آل عبؑا میں مصروف رہتی تھیں اور از راہ آل اندیشی چھ لاکھ روپیہ مہر جو حضرت فردوس منزل محمد علی شاہ نے معرفت نواب امین الدولہ وزیر اعظم بھیجے تھے وہ اور باقی اپنے پاس سے ملاکر مجملہ تیرہ لاکھ کے نوٹ اپنے نواسہ مرزا عالی قدر کے نام لے کر دیے تھے ،جن کا منافع چھ ہزار روپیہ ماہوار ہوتا ہے بطریق قرضۂ مؤید گورنمنٹ سے معرفت نواب منورالدولہ تھے اس صرف سے امام باڑہ میں رونق رہتی تھی اور متروکہ موافق سہم شرعیہ تقسیم ہوا۔

ایک حصہ حاکم وقت یعنی بادشاہ، دوسرا جناب عالیہ نواب ملکۂ کشور بدعویٰ متروکہ پدری نواب حسین الدین خاں مرحوم، تیسرا حصہ بڑی شہزادی زوجہ نواب محسن الدولہ، چوتھا چھوٹی شہزادی زوجہ نواب منیر الدولہ کا ہوا۔ چنانچہ فی کس پانچ لاکھ روپیہ علاوہ جواہر و اسباب کے ملا۔ اور تنخواہ دار ملازمین قدیم زن و مرد کے لئے داخل وصیت تھا۔ کئی برس تک یہ انتظام رہا۔ اب وہ سب نوٹ گورنمنٹ سے لے کر نواب محسن الدولہ اپنے خرچ میں لائے۔

اسدالدولہ ضیاء الملک نواب سرفراز علی خاں افراسیاب جنگ عرف مرزا عالی قدر فرزند نواب محسن الدولہ کی شادی نواب علی نقی خاں وزیر اعظم واجد علی شاہ کی دختر عفت آرا بیگم مخاطب بہ عظمت بہو سے ہوئی تھی۔

نواب عالی قدر کا سکونتی مکان عین اس مقام پر تھا جہاں اب چوک کی کوتوالی بنی ہوئی ہے۔ نواب محسن الدولہ کا قدیمی مکان مینا بازار میں تھا جو ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں منہدم ہو گیا۔ مرزا عالی قدر کا رنگ سانولا مائل بہ تیرگی تھا۔ چہرہ گول بھرا ہوا جس پر چیچک کے ہلکے داغ تھے، مونچھیں بڑی بڑی ہمیشہ سیاہ مخمل کی مندیل دار ٹوپی زیب تن کرتے تھے۔ سہ پہر کو ہوا خوری کے لئے ضرور سوار ہوتے تھے، اس وقت کل سواریاں فینس، ہوادار، پالی گاڑی، گھوڑا ہاتھی اور فٹن وغیرہ تیار رہتی تھیں۔

مگر عموماً فٹن پر سوار ہوتے تھے۔ مشہور ہے کہ ان کے والد کے زمانہ میں بھی یہی دستور تھا۔ نواب عالی قدر نے ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں لاولد انتقال کیا۔ مصرع تاریخ وفات یہ ہے۔

مہر جہاں نشاں عالی قدر ۱۳۱۴ھ

(ماخوذ از ماہنامہ ''الواعظ'' لکھنؤ دسمبر ۱۹۴۴ء)

۞۞۞

(بقیہ صفحہ ۵۶ کا ـــــــــــــــــــــــ)

(۱۱۱)

گئیں جو لاش پہ بھائی کی دل سنبھال کے اب
عجیب جرأت و ہمت دکھا گئیں زینبؑ
خدا سے عرض کی لاشے پہ رکھ کے دستِ ادب
ہمارا ہدیۂ آخر قبول کر یارب
جو روح عدل نے تیری طرف سے چاہی ہے
یہ تیرے حق میں وہ سب سے بڑی گواہی ہے

(۱۱۲)

اگر چہ لٹ گیا اس راہ میں ہمارا گھر
شہید ہو گئے عباسؑ و قاسمؑ مضطر
یہ میرا بھائی، وہ عونؑ و محمدؑ و اصغرؑ
مگر ہے شکر کی جا تیری فتح اے داور
جہاں سے تاج و حکومت کا اعتبار گیا
یہ تیری فتح ہوئی اور یزید ہار گیا

(ماخوذ از ''احساس غم''، مجموعۂ مراثی، صفحہ نمبر ۱۶۱ تا ۲۰۰)

۞۞۞